روایت ''الغرانیق العُلٰی'' اور کیرن آرم سٹرانگ
(ایک ناقدانہ جائزہ)

مسز سمعیہ اطہر*

گزشتہ تین چار صدیوں سے مستشرقین مختلف قسم کے مشرقی علوم خصوصاً (اسلامی شریعت کے بنیادی مآخذ) قرآن اور سنّت پر سنجیدگی سے تحقیقی کام کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں بعض اہم خدمات بھی انجام دی ہیں مگر عمومی طور پر یہ مستشرقین ان بنیادی اسلامی علوم میں بظاہر عالمانہ تحقیق کے نام پر تشکیک کے بیج بو کر اسلامی شریعت کی بنیادوں کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ اسلامی تعلیمات و واقعات کی تفسیر میں بیان کردہ روایات کو اپنے من پسند مفروضوں اور تاویلات کی روشنی میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ ان کے مغربی قارئین کے ساتھ ساتھ بسااوقات مسلمان بھی قرآن اور حدیث کی محفوظیت اور قطعیت کے حوالے سے شک وشبہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں روایت ''الغرانیق العُلٰی'' کا واقعہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جو اپنی ندرت اور رسالت کی تکذیب وتبطیل کا ذریعہ ہونے کے باعث مستشرقین کیلئے دلچسپی کا حامل رہا ہے۔ بہت سے قدماء مستشرقین کی طرح جدید دور کی معروف مغربی مذہبی سکالر کیرن آرم سٹرانگ (Karen Armstrong) نے بھی سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر تحریر کردہ اپنی کتاب Muhammad: A Biography of the Prophet میں اس متنازعہ واقعہ کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ مصنفہ کی اس تحریر کے تناظر میں کیرن اور دیگر مستشرقین کے مختلف نقطہ ہائے نظر، واقعہ کی اصل حقیقت اور اسلامی ادب میں اس واقعہ کی توجیہات و تاویلات اور صحت و بطلان زیرنظر مقالہ کے کلیدی مباحث ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ جیسے مبارک اور اہم موضوع پر پائے جانے والے گرانقدر سرمایۂ ادب میں مسلم سیرت نگاروں کی تخلیقات کے علاوہ ان غیر مسلم سیرت نگاروں کا بھی ایک کثیر حصہ موجود ہے، جنہیں ہم مستشرقین کے نام سے جانتے ہیں۔ تقریباً ایک ہزار سال قبل جب اہل اسلام اور اہلِ مغرب کے درمیان افہام وتفہیم کے سفر کا آغاز ہوا تو بیشتر مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق ایسی تحریریں پیش کیں، جن کا مقصد اہل مغرب میں دانستہ

* لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا۔ پاکستان

طور پر اسلام اور پیغمبر اسلام کے تعارف کے نام پر اہانت آمیز اور من گھڑت معلومات کو فروغ دینا تھا۔ خاص طور پر قرون وسطیٰ کے یہودی اور عیسائی سکالرز اس منفی طرز فکر کی نمائندگی کرتے رہے۔ مستشرقین کی تحریروں میں تھوڑے بہت فرق کے ساتھ یہی عنصر نمایاں رہا۔ گزشتہ تین صدیوں میں بے شمار مستشرقین نے سیرت کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ اس سلسلے میں اب تک سامنے آنے والے کام میں ان کے دو طبقات فکر زیادہ نمایاں ہیں۔

۱۔ وہ شدت پسند اور متعصب مستشرقین کہ جن کا عمومی مطمعٔ نظر صرف اور صرف اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی اور منفی و معاندانہ رویّے کا اظہار ہے۔

۲۔ ایسے معتدل مزاج مستشرقین کہ جو سیرت نگاری پر قلم اٹھاتے ہوئے (اپنے ہاں پہلے سے مروّج) مذہبی تعصب کا شکار نہیں ہوتے بلکہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق حقائق کا قدرے مثبت انداز میں اعتراف کرتے ہیں۔ اس طبقے میں وہ غیر جانبدار مغربی محققین و مصنفین بھی شامل ہیں جو آزادانہ اور معروضی طرز پر اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں معتدل اور مثبت خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

اسی طبقے سے تعلق رکھنے والے مغربی مصنفین میں ایک معروف نام کیرن آرم سٹرانگ (Karen Armstrong) کا ہے۔(۱) جو عصر حاضر کی دانشور اور مذہبی سکالر کی حیثیت سے دنیا بھر میں شناخت رکھتی ہے۔ اس نے مختلف مذاہب عالم بالخصوص الہامی مذاہب کے بارے میں اہم تصنیفات تحریر کی ہیں۔ Islam: A Short History کے عنوان سے مصنفہ نے اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار، طبقہ ہائے فکر اور دنیا کے مختلف خطوں میں اس کے عروج و زوال کی داستان کا احاطہ کیا ہے۔(۲) جبکہ سیرت نبوی ﷺ پر بھی اس کی دو کتب شائع ہو چکی ہیں۔ Muhammad: A Biography of the Prophet کیرن کی سیرت پر پہلی تصنیف ہے۔(۳) جبکہ Muhammad: Prophet for Our Time مصنفہ کی سیرت کے موضوع پر لکھی گئی دوسری تصنیف ہے۔(۴) متقدمین مستشرقین کی تحریر و تقریر کے برعکس ان کتب سیرت میں مصنفہ نے اہل مغرب کے لیے اسلام اور پیغمبر اسلام کا تعارف انتہائی معتدل اور مثبت انداز میں پیش کیا ہے۔ جبکہ اسلامی تاریخ کے مختلف واقعات و موضوعات پر دیگر مستشرقین کی طرف سے کی گئی تنقید اور الزامات کا پر مدلل جواب دیا ہے۔ انہی موضوعات میں سے ایک متنازعہ موضوع روایت ''الغرانیق العُلٰی'' ہے۔

اسلام کے مغربی ناقدین میں ''شیطانی آیات'' (۵) کے نام سے معروف اس واقعہ کو ولیم میور (William Muir)، تھیوڈر نولڈیکے (Theodor Noldeke) جیسے مصنفین اور پھر ولیم مونٹگمری واٹ (W-Montgomery Watt) نے سیرت رسول ﷺ پر لکھی گئی اپنی تصنیفات میں طبری اور ابن سعد کی روایات

کے حوالے سے تفصیلاً بیان کیا ہے۔(۶) جبکہ ابن اسحاق، ابن ہشام، السہیلی، ابن کثیر، البیہقی، قاضی عیاض، ابن حزیمہ، القرطبی، العینی اور الشوکانی جیسے اسلامی تاریخ کے قدماء مورخین اور متاخرین علماء کرام جیسے مولانا ابو الاعلیٰ مودودی، سید قطب شہیدؒ اور محمد حسین ہیکل نے اس بے بنیاد کہانی کو رد کیا ہے۔(۷)

کیرن نے بھی اپنی کتب سیرت میں ''شیطانی آیات'' کے عنوان سے روایت ''الغرانیق العُلیٰ'' کے متنازعہ واقعہ کو طبری کے حوالے سے تفصیلاً بیان کیا ہے۔(۸) کیرن کے نقطہ نظر پر بحث سے قبل ہم اس واقعہ کو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن میں پیش کی گئی تفصیلات کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

> ''الطبری اور ابن سعد کی روایات میں کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ کاش قرآن میں کوئی ایسی بات نازل ہو جائے جس سے اسلام کے خلاف کفار قریش کی نفرت دور ہو اور وہ کچھ قریب آ جائیں۔ یا کم از کم ان کے دین کے خلاف ایسی سخت تنقید نہ ہو جو انہیں بھڑکا دینے والی ہو۔ یہ تمنا آپ کے دل ہی میں تھی کہ ایک روز قریش کی بڑی مجلس میں بیٹھے ہوئے آپ ﷺ پر سورہ النجم نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے اسے پڑھنا شروع کیا۔ آپ ﷺ جب اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى○ (۹) پر پہنچے تو یکا یک آپ ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔''
>
> تلك الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی۔(۱۰)
>
> ''یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں۔ ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے''۔

اس کے بعد پھر آپ ﷺ سورہ النجم کی آیات پڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب اختتام سورہ پر آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو مشرک اور مسلمان سب سجدے میں گر گئے۔ کفار قریش نے کہا کہ اب ہمارا محمد ﷺ سے کیا اختلاف باقی رہ گیا۔ ہم بھی تو یہی کہتے تھے کہ خالق و رازق اللہ ہی ہے۔ البتہ ہمارے یہ معبود اس کے حضور میں ہمارے شفیع ہیں۔ شام کو جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا۔ یہ آپ ﷺ نے کیا کیا؟ یہ دونوں فقرے تو میں نہیں لایا تھا۔ اس پر آپ ﷺ سخت مغموم ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے وہ آیات نازل کیں جو سورہ بنی اسرائیل، رکوع ۸ میں ہیں:

وَ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِىَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَ اِذًا لَّا تَّخَذُوْكَ

خَلِيْلًاO وَ لَوْ لَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًاO اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًاO (۱۱)

''یہ لوگ آپ کو اس وحی سے جو ہم نے آپ پر اتاری ہے' بہکانا چاہتے ہیں کہ آپ اس کے سوا کچھ اور ہی ہمارے نام سے گھڑ گھڑا لیں' تب تو یہ لوگ آپ کو اپنا ولی دوست بنا لیتے۔ اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ آپ ان کی طرف قدرے قلیل مائل ہو ہی جاتے۔ پھر تو ہم بھی آپ کو دوہرا عذاب دنیا کا کرتے اور دوہرا ہی موت کا' پھر آپ تو اپنے لیے ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار بھی نہ پاتے''۔

یہ چیز نبی ﷺ کو برابر رنج وغم میں مبتلا کیے رہی۔''یہاں تک کہ سورہ حج کی یہ آیات نازل ہوئی۔

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ O (۱۲)

''(اور اے محمدؐ) تم سے پہلے ہم نے نہ کوئی رسول ایسا بھیجا ہے نہ نبی (جس کے ساتھ یہ معاملہ نہ پیش آیا ہو) جب اس نے تمنا کی' شیطان اس کی تمنا میں خلل انداز ہو گیا۔ اس طرح جو کچھ بھی شیطان خلل اندازیاں کرتا ہے۔ اللہ ان کو مٹا دیتا ہے۔ اور اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے اور اللہ علیم اور حکیم ہے''۔

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی کہ تم سے پہلے بھی انبیاء کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے۔ ادھر یہ واقعہ' کہ قرآن سن کر آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریش کے لوگوں نے بھی سجدہ کیا ہے' مہاجرین حبشہ تک اس رنگ میں پہنچا کہ آنحضرت ﷺ اور کفارِ مکہ کے درمیان صلح ہو گئی ہے۔ چنانچہ بہت سے مہاجرین مکہ واپس آ گئے۔ مگر یہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ صلح کی خبر غلط تھی۔ اسلام اور کفر کی دشمنی جوں کی توں قائم ہے۔ (۱۳)

یہ ہے وہ واقعہ، جو طبری کی روایت سے، مستشرقین رسالت کی تکذیب وتعطیل اور قرآن کی محفوظیت و جامعیت پر شکوک وشبہات کا اظہار کرتے ہوئے، حوالہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ کیرن اس موضوع پر بحث سے قبل متقدمین مستشرقین کی ناقدانہ آراء اور الزامات کو بیان کرتے ہوئے لکھتی ہے کہ:

اسلام دشمن مستشرقین اس واقعہ کے حوالے سے حضرت محمد ﷺ کے پیغمبرانہ کردار پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

ایسا شخص جو الہامی الفاظ کو اپنی خواہشات کے مطابق تبدیل کر دے' کیسے سچا نبی ہو سکتا ہے؟

کیا ایک حقیقی اور اصلی نبی کو الہامی اور شیطانی الفاظ میں تمیز کرنے کے قابل نہ ہونا چاہیے؟

کیا اللہ کے نبی کو زیادہ لوگوں کو دین کے دائرے میں داخل کرنے کیلئے الہامی الفاظ کو بدل لینا چاہیے؟ وغیرہ وغیرہ (۱۴)

دراصل اسلامی کتب تاریخ میں موجود روایت ''الغرانیق العُلیٰ'' اسلام دشمن مستشرقین کے عمومی معاندانہ جذبات کی تسکین کرتے ہوئے قرآن کی محفوظیت پر شک وشبہہ کا جواز فراہم کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بالعموم مستشرقین اس روایت کے واقعات اور جزئیات کو معروضی طور پر جانچے بغیر اسے سچا ثابت کرنے کے لیے دور از کار تاویلات پیش کرتے ہیں۔ مثلاً اس موضوع سے متعلق بحث کرتے ہوئے منٹگمری واٹ یہ رائے ظاہر کرتا ہے:

"We find at least two facts about which we may be certain. Firstly, at one time Muhammad must have publicly recited the satanic verses as part of the Qur'an; it is unthinkable that the story could have been invented later by Muslims or foisted upon them by non Muslims. Secondly, at some later time Muhammad announced that these verses were not really part of the qur'an and should be replaced by others of a vastly different import." (۱۵)

''(اس واقعہ کے متعلق) ہمیں دو حقائق ایسے ملتے ہیں جن کے بارے میں ہم پُر یقین ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ حضرت محمد ﷺ نے یقیناً کسی وقت یہ شیطانی آیات قرآن کے جزو کے طور پر کھلے عام مجمع میں تلاوت کی ہوں گی۔ یہ سوچنا قرین قیاس نہیں کہ یہ کہانی بعد کے مسلمانوں نے از خود گھڑ لی ہو یا غیر مسلموں نے اس تحریر میں جعلسازی (تحریف) کر دی ہو۔ دوسرا یہ کہ بعد میں کسی وقت حضرت محمد ﷺ نے یہ اعلان کر دیا ہوگا کہ یہ آیات حقیقت میں قرآن کا حصہ نہیں تھیں۔ اور ان کو بالکل مختلف اہمیت کی حامل آیات سے بدل دینا چاہیے۔''

واٹ کا یہ تیقّن کہ حضرت محمد ﷺ نے پہلے یقیناً یہ شیطانی آیات پڑھیں اور پھر ان کو تبدیل کر کے ان کی جگہ کچھ اور آیات رکھ دی ہوں گی، تحقیقی طرز فکر سے ہٹ کر خالصتاً استشراقی جذبات کی ترجمانی ہے۔

اس مقام پر (دیگر مستشرقین کے اسلوب کے برعکس) کیرن اپنا ذاتی تبصرہ کچھ اس طرح پیش کرتی ہے:

"Even as it stands in Tabari's history the story of the Satanic Verses does not suggest that Muhammad was making a cynical compromise. The tradition says that when Muhammad heard that the verses he had uttered had been

inspired by the Shaitan, he was devastated. But, Tabari says, God had immediately comforted him by sending down a revelation which told him that all the previous prophets had made similar 'Satanic mistakes." This was not a disaster, because God always improved matters by sending down replacement verses which were far superior to the ones that had to be discarded. Here the Qur'an acknowledges the risks involved in the concept of revelation'. We sent not ever any Messenger or Prophet before thee, but that Satan cast into his fancy, when he was fancying; but God annuls what Satan casts, then God confirms his signs. (۱۲)

''جیسا کہ طبری کی تاریخ میں بیان کیا گیا ہے کہ شیطانی آیات کی کہانی سے ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ حضرت محمد ﷺ قریش مکہ سے کسی ذاتی مفاد کیلئے کوئی سمجھوتہ کر رہے تھے۔ بلکہ روایت بتاتی ہے کہ جب حضرت محمد ﷺ نے یہ سنا کہ انہوں نے شیطان کے زیر اثر کچھ آیات تلاوت کر دی تھیں تو وہ دہل کر رہ گئے۔ لیکن' طبری بیان کرتے ہیں کہ' اللہ تعالیٰ نے فوری طور پر نزول وحی سے ان پر سکینت نازل فرمائی۔ جس میں انہیں بتایا گیا کہ گزشتہ تمام انبیاء سے ایسی غلطیاں ہوتی رہی ہیں (جن کا مجرم شیطان تھا)۔ یہ کسی تباہی کا پیش خیمہ نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ناسخ آیات کے نزول سے معاملات کو بہتر بنایا ہے جو منسوخ ہونے والی آیات سے بدرجہا افضل ہوتی ہیں۔ یہاں قرآن نزول وحی کے تصور میں درپیش خطرات سے آگاہ کرتا ہے کہ:

''ہم نے آپ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دل میں کوئی آرزو کرنے لگا شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ ملا دیا۔ پس شیطان کی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے۔ پھر اپنی باتیں پکی کر دیتا ہے۔''

بقول کیرن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت سے ہی شیطان انسانوں کو بہکانے میں مصروف

ہے۔جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کو بھی شیطان نے ورغلایا اور بعد میں آنے والے انبیاء کرام بھی اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے میں کبھی نہ کبھی شیطان کے بہکاوے میں آ گئے۔لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان کے الہامی صحائف شیطان کے اثرات سے آلودہ ہیں۔اہل عرب بھی انسانی فطرت میں موجود برائی کو لفظ شیطان سے ہی تعبیر کرتے تھے۔ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے لیے وحی کے الفاظ کی بالکل صحیح تعبیر کرنا کس قدر مشکل کام تھا۔وحی کے الہامی الفاظ میں موجود استعاراتی پیغام کی صحیح تعبیر کرتے ہوئے غلطی کا کہیں زیادہ امکان موجود تھا۔لیکن 'بے شک' حضرت محمد ﷺ کو اپنی ذاتی سہولت کیلئے الہامی الفاظ میں معمولی سے بھی تغیر وتبدل کی اجازت نہ تھی۔(۱۷)

گویا کہ کیرن اسلامی کتب تاریخ میں موجود اس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کا ردّ تو نہیں کرتی مگر دیگر مستشرقین کی روایتی متعصّب طرزفکر سے ہٹ کر پیغمبر اسلام کی ذات اقدس کو بھی موردِ الزام نہیں ٹھہراتی۔ بلکہ اس واقعہ کی تطبیق وہ اس طرح کرتی ہے کہ یہ واقعہ پیغمبر اسلام کی صرف ایک بشری لغزش تھی۔جیسا کہ قرآن حکیم کے الفاظ کے مطابق شیطان حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر نبی اکرم ﷺ تک مختلف انبیاء کرام کو بھٹکانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو کسی بھی شیطانی آمیزش سے خالصتاً محفوظ رکھا ہے۔

گو کہ مغربی سکالر دیگر طبعی علوم میں تحقیق کے حوالے سے اعلیٰ پائے کی روایات کے حامل ہیں مگر اسلامی علوم میں ان کی یہی دقیق نظری غیر جانبدار تحقیقی روش کی بجائے تشکیک پسندی بلکہ کافی حد تک معاندانہ جذبات کا شکار ہو جاتی ہے۔جیسا کہ روایت ''الغرانیق العُلیٰ '' کے حوالے سے ان کے شکوک وشبہات اور الزامات سے ثابت ہوتا ہے۔حالانکہ اسلامی ذخیرۂ کتب میں اس واقعہ کی موجودگی کے ساتھ اس کا ردّ بھی موجود ہے۔

جسے علماء کرام نے واقعہ کی اندرونی و بیرونی شہادتوں یعنی تحقیق کے اسلامی اصولوں ''روایت و درایت'' کے کڑے معیار پر پرکھ کر پیش کیا ہے۔لیکن بدقسمتی سے متعصّب کورچشمی کے باعث اسلام دشمن ناقدین ان تحریروں کو دیکھنے سے قاصر ہیں سے استفادہ کرنے سے محروم ہیں۔دیگر علماء کرام کی طرح مولانا مودودی نے تفہیم القرآن میں اس واقعہ کا دقیق نظری سے پر مدلل ردّ پیش کیا ہے۔سب سے پہلے وہ واقعہ کی بیرونی شہادت یعنی سلسلہ روایت پر بحث کرتے ہوئے متعدد متقدّمین علماء کرام کی اس واقعہ کے بارے میں مباحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ابن کثیر کہتے ہیں کہ ''جتنی سندوں سے یہ روایت ہوا ہے، سب مرسل اور منقطع ہیں، مجھے کسی صحیح متصل سند سے یہ نہیں ملا۔'' بیہقی کہتے ہیں کہ ''از روئے نقل یہ قصہ ثابت نہیں ہے۔'' ابن خزیمہ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ''یہ زنادقہ کا گھڑا ہوا ہے۔'' قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ''اس کی کمزوری اسی سے ظاہر ہے

کہ صحاح ستہ کے موٴلفین میں سے کسی نے بھی اس کو اپنے ہاں نقل نہیں کیا اور نہ یہ کسی صحیح متصل بے عیب سند کے ساتھ ثقہ راویوں سے منقول ہوا ہے۔" امام رازی، قاضی ابوبکر اور آلوسی نے اس پر مفصل بحث کر کے اسے بڑے پرزور طریقے سے رد کیا ہے۔ لیکن دوسری طرف حافظ ابن حجر جیسے بلند پایہ محدث اور ابوبکر جصاص جیسے نامور فقیہہ اور زمخشری جیسے عقلیت پسند مفسّر اور ابن جریر طبری جیسے امام تفسیر و تاریخ وفقہ اس کو صحیح مانتے ہیں اور اسی کو آیت زیر بحث کی تفسیر قرار دیتے ہیں۔ ابن حجر کا محدثانہ استدلال یہ ہے کہ:

''سعید بن جبیر کے طریق کے سوا باقی جن طریقوں سے یہ روایت آئی ہے۔ وہ یا تو ضعیف ہیں یا منقطع، مگر طریقوں کی کثرت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کی کوئی اصل وجہ ہے ضرور۔۔۔۔۔'' (۱۸)

اس مفصل بحث کا بنظر عمیق جائزہ لیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ عمومی طور پر محدثین اور مورخین کے نزدیک اس روایت کا سلسلہ سند بھی مستند نہیں ہے۔ اسی لیے مسلمان اس کو قابل اعتناء نہیں سمجھتے۔ مگر مشکک مستشرقین جو تحقیق کے نام پر قرآن اور حدیث میں تشکیک پیدا کرنا چاہتے ہیں، ایسی روایات کو رد نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا استدلال یہ ہے کہ کم از کم ایک نامور صحابی اور بکثرت تابعین و تبع تابعین اور متعدد معتبر راویان حدیث کی روایت سے ایک واقعہ ثابت ہو رہا ہے، جو قرآن کی محفوظیت کو مشتبہ قرار دے رہا ہے، تو اسے رد کیوں کیا جائے؟

کیرن نے اپنی کتاب میں طبری کی نقل کردہ دونوں روایتیں (ایک بطریق یونس بن یزید عن ابن شہاب، دوسری بطریق معمر بن سلیمان وحماد بن سلمہ عن داؤد بن ابی ہند عن ابی العالیہ) تفصیلاً ذکر کرنے کے بعد ان پر تبصرہ کرتے ہوئے اہل مغرب کو یوں مخاطب کیا ہے۔

> We have to be clear here that many Muslims believe this story to be apocryphal. They point out that there is no clear reference to it in the Qur'an, that it is not mentioned by Ibn Ishaq in the earliest and most reliable account of Muhammad's life, nor in the great collections of traditions (ahadith) about Muhammad which were compiled in the ninth century by Bukhari and Muslim. Muslims do not reject traditions simply because they could be interpreted critically, but because they are insufficiently attested. (۱۹)

''ہم پر یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ متعدد مسلمان اس قصّے کو بے بنیاد سمجھتے ہیں۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن حکیم میں اس واقعہ سے متعلق کوئی حوالہ موجود نہیں ہے، اور یہ کہ سیرت ابن اسحاق میں بھی اس کا کہیں ذکر نہیں پایا جاتا جو حضرت محمد ﷺ کی سیرت کی اولین اور سب سے زیادہ قابل اعتماد کتاب ہے، اور نہ ہی امام بخاری اور امام مسلم کے عظیم مجموعہ ہائے احادیث (نبی ﷺ) میں ان روایات کا ذکر ملتا ہے جو کہ نویں صدی عیسوی میں مدوّن کی گئی ہیں۔ مسلمان ان روایات کو صرف اس وجہ سے ردّ نہیں کرتے کہ ان کے بیان سے تنقیص وتنقید کا پہلو نکلتا ہے بلکہ اس کی وجہ ان کا غیر مستند ہونا ہے۔''

گویا کہ کیرن اس قصّہ کے حوالے سے دیگر مستشرقین کی طرح ذاتی موشگافیوں کی بجائے مسلم علماء کرام کی تحقیق اور رائے کو فوقیت دیتے ہوئے واقعہ کا ردّ کر رہی ہے۔ جو اس کے مثبت و متعدل نقطہء نظر کی نشاندہی کرتا ہے۔

اس روایت کے نفس مضمون کو محکم ثابت کرنے کیلئے اہل مغرب مختلف تاویلات پیش کرتے ہیں۔ قرآن حکیم کی محفوظیت میں شک کو تقویت دینے والے اس بے بنیاد قصّہ پر آمنا وصدقنا کہتے ہوئے عمومی طور پر مستشرقین اس میں شامل مختلف آیات کے شان نزول کے متعلق خودساختہ توجیہات پیش کرتے ہیں۔ مثلاً اس ضمن میں منٹگمری واٹ لکھتا ہے۔

"The earliest versions do not specify how long afterwards this happened, the probability is that it was weeks or even months." (۲۰)

''ابتدائی روایات سے یہ تعین نہیں ہوتا کہ یہ (عتاب کی آیات اور پھر شیطانی آمیزش والی آیات کی منسوخی) اس واقعہ کے کتنے عرصے بعد ہوئی۔ غالب امکان یہ ہے کہ یہ چند ہفتوں یا چند مہینوں میں نازل ہوئیں''

صاف ظاہر ہے کہ واقعہ کی تینوں آیات کے زمانہء نزول کا تعین منٹگمری واٹ کا ذاتی مفروضہ ہے۔ اگر کوئی شخص شیطانی آیات والے واقعہ کو درست تسلیم کر بھی لیتا ہے تو اسے یہ ماننا پڑے گا کہ سورہ النجم کی تمام آیات ایک ہی وقت میں نازل نہیں ہوئیں۔ واٹ کی رائے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اور ان کے پیروکار شیطانی آیات کو قرآن میں ہفتوں یا مہینوں تک پڑھتے رہے اور جب کبھی حضرت محمد ﷺ کو یہ اندازہ

ہوا ہوگا کہ یہ آیات غلط ہیں تو تب اس مضمون کی بقیہ نئی آیات کا نزول ہوا ہوگا۔ یہ مفروضہ بھی اس کے اپنے جذبات کی ترجمانی ہے اور اس کی بنیاد تاریخی حقائق پر مبنی نہیں ہے۔ کیونکہ مسلم علماء کرام نے نہ صرف روایت (سلسلہ سند) بلکہ درایت یعنی قصے کے نفس مضمون پر بھی جرح ونقد کر کے اس کا مدلل رد پیش کیا ہے۔ جیسا کہ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

''اب دیکھنا چاہیے کہ تنقید کا وہ صحیح طریقہ کیا ہے جس سے اگر اس قصے کو پرکھ کر دیکھا جائے تو یہ ناقابل قبول قرار پاتا ہے۔ چاہے اس کی سند کتنی ہی قوی ہو، یا قوی ہوتی۔'' (۲۱)

اس سلسلے میں مولانا تحقیق کے تین مختلف اصولوں کے تحت واقعہ کا ردّ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ واقعہ کی اندرونی شہادت

۲۔ واقعہ میں شامل تینوں آیات کی شان نزول

۳۔ متعلقہ آیات کی تفسیر اور قرآن کا سیاق وسباق

پہلے اصول کے حوالے سے مولانا لکھتے ہیں:

''پہلی چیز خود اس کی اندرونی شہادت ہے۔ قصے میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب ہجرت حبشہ واقع ہو چکی تھی، اور اس واقعے کی خبر پا کر مہاجرین حبشہ میں سے ایک گروہ مکّہ واپس آ گیا۔ اب ذرا تاریخوں کا فرق ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ ہجرت حبشہ معتبر تاریخی روایتوں کی رو سے رجب ۵ نبوی میں واقع ہوئی اور مہاجرین حبشہ کا ایک گروہ مصالحت کی خبر سن کر تین مہینے بعد (تقریباً شوال میں) مکہ واپس آ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لامحالہ یہ واقعہ ۵ نبوی کا ہے۔

۲۔ سورہ بنی اسرائیل جس کی آیت کے متعلق بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے اسی فعل پر بطور عتاب نازل ہوئی تھی، واقعہ معراج کے بعد اُتری ہے اور معراج کا زمانہ معتبر ترین روایات کی رو سے ۱۱ نبوی یا ۱۲ نبوی کا ہے۔ اس کے معنی ہوئے کہ اس فعل پر پانچ چھ سال گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا۔

۳۔ اور نبی ﷺ کی تسلی کے لئے نازل ہونے والی سورہ حج کی آیات کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ یہ سورہ ۱ھ ہجری میں نازل ہوئی ہے۔ یعنی عتاب پر بھی جب دو ڈھائی سال گذر گئے۔ تب یہ اعلان کیا گیا کہ یہ آمیزش تو القائے شیطانی سے ہوگئی تھی اللہ نے اسے منسوخ کر دیا ہے۔

کیا کوئی صاحب عقل آدمی باور کر سکتا ہے کہ آمیزش کا فعل آج ہو، عتاب چھ سال بعد، اور

آمیزش کی تنسیخ کا اعلان نو سال بعد؟

پھر اس قصہ میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ آمیزش سورہ نجم میں ہوئی تھی۔ اور اس طرح ہوئی کہ ابتداء سے آپ ﷺ اصلی سورۃ کے الفاظ پڑھتے چلے آرہے تھے۔ یکا یک مَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰی پر پہنچ کر آپ ﷺ نے بطور خود یا شیطانی اغواء سے یہ فقرہ ملایا۔ اور آگے پھر سورہ نجم کی اصلی آیات پڑھتے چلے گئے۔ جس کے متعلق کہا جا رہا ہے کہ کفار مکہ اس کو سن کر خوش ہو گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ اب ہمارا اور محمد ﷺ کا اختلاف ختم ہو گیا۔ مگر سورہ نجم کے سلسلۂ کلام میں اس الحاقی فقرے کو شامل کر کے تو دیکھیے۔"

اَفَرَءَ یْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی۔ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی۔(تلك الغرانیق العلی۔ و ان شفا عتهن لترتجی) اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی۔ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی "اِنْ هِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَآبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَی الْاَنْفُسُ۔ وَلَقَدْ جَآءَ هُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰی.

"پھر تم نے کچھ غور بھی کیا۔ ان لات اور عزیٰ پر اور تیسری ایک اور (دیوی) مناۃ پر؟ (یہ بلند پایہ دیویاں ہیں۔ ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے۔) کیا تمھارے لئے تو ہوں بیٹے اور اس (اللہ) کے لئے ہوں بیٹیاں؟ یہ تو بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے۔ دراصل یہ کچھ نہیں ہیں۔ مگر چند نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے کوئی سند نازل نہیں کی۔ لوگ محض گمان اور من مانے خیالات کی پیروی کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے رب کی طرف سے صحیح راہنمائی آ گئی ہے"۔

دیکھیے: اس عبارت میں خط کشیدہ فقرے نے کیسا صریح تضاد پیدا کر دیا ہے ایک ہی سانس میں کہا جا رہا ہے کہ واقعی تمہاری یہ دیویاں بلند مرتبہ رکھتی ہیں۔ ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے۔ دوسرے ہی سانس میں پلٹ کر ان پر چوٹ کی جاتی ہے کہ یہ سب تمہاری من گھڑت باتیں ہیں۔ جنہیں خدا کی طرف سے کوئی سند اعتبار حاصل نہیں ہے۔ کیا قریش کا وہ سارا مجمع جو اسے سن رہا تھا بالکل ہی پاگل ہو گیا تھا کہ بعد کے فقروں میں ان تعریفی کلمات کی کھلی تردید سن کر بھی یہی سمجھتا رہا کہ ہماری دیویوں کی واقعی تعریف کی گئی ہے۔ کیونکہ سورہ نجم کے آخر تک کا پورا مضمون ان تعریفی فقروں کے بالکل خلاف ہے۔ لہٰذا کس طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ قریش کے لوگ اسے آخر تک سننے کے بعد پکار اٹھے ہوں گے کہ چلو آج ہمارا اور محمد ﷺ کا اختلاف ختم ہو گیا۔ یہ تو ہے اس قصے کی اندرونی شہادت جو اس کے سراسر لغو اور مہمل ہونے کی گواہی دے رہی ہے۔ (۲۲)

اس روایت کے ردّ میں واقعہ کی اندرونی شہادت کے حوالے سے پر مدلل بحث کے بعد مولانا متعلقہ قرآنی آیات کے زمانۂ نزول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کے بعد دوسری چیز دیکھنے کی یہ ہے کہ اس میں تین آیتوں کی جو شانِ نزول بیان کی جارہی ہے آیا قرآن کی ترتیب بھی اس کو قبول کرتی ہے؟ قصے میں بیان کیا جارہا ہے کہ آمیزش سورہ نجم میں کی گئی تھی، جو ۵ نبوی میں نازل ہوئی۔ اس آمیزش پر سورہ بنی اسرائیل والی آیت میں عتاب فرمایا گیا، اور پھر اس کی تنسیخ اور واقعہ کی توجیہہ سورہ حج کی زیرِ بحث آیت میں کی گئی۔ اب لامحالہ دو صورتوں میں سے کوئی ایک ہی صورت پیش آئی ہوگی۔ یا تو عتاب اور تنسیخ والی آیتیں بھی اسی زمانے میں نازل ہوئی ہوں جبکہ آمیزش کا واقع پیش آیا، یا پھر عتاب والی آیت سورہ بنی اسرائیل کے ساتھ اور تنسیخ والی آیت سورہ حج کے ساتھ نازل ہوئی ہو۔ اگر پہلی صورت ہے تو یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ یہ دونوں آیتیں سوہ نجم ہی میں نہ شامل کی گئیں بلکہ عتاب والی آیت کو چھ سال تک یوں ہی ڈالے رکھا گیا اور سورہ بنی اسرائیل جب نازل ہوئی تب کہیں اس میں لاکر چپکا دیا گیا۔ پھر تنسیخ والی آیت مزید دور ڈھائی برس تک پڑی رہی اور سورہ حج کے نزول تک اسے کہیں نہ چسپاں کیا گیا۔ کیا قرآن کی ترتیب اسی طرح ہوئی ہے کہ ایک موقع کی نازل شدہ آیتیں الگ الگ بکھری پڑی رہتی تھیں اور برسوں کے بعد کسی کو کسی سورت میں اور کسی کو کسی دوسری سورت میں ٹانک دیا جاتا تھا؟ لیکن اگر دوسری صورت ہے کہ عتاب والی آیت واقعہ کے ۶ سال بعد اور تنسیخ والی آیت آٹھ نو سال بعد نازل ہوئی، تو علاوہ اس بے تکے پن کے جس کا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں، یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورہ بنی اسرائیل اور سورہ حج میں ان کے نزول کا موقع کیا ہے۔'' (۲۴)

واقعہ غرانیق کی متعلقہ آیات کی شانِ نزول کے حوالے سے منٹگمری واٹ اور اس جیسے دیگر مستشرقین کے اندازوں اور تاویلات کے جواب میں مولانا اس بحث کو جاری رکھتے ہوئے ان آیات کے سیاق وسباق پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

''یہاں پہنچ کر نقدِ صحیح کا تیسرا قاعدہ ہمارے سامنے آتا ہے، یعنی یہ کہ کسی آیت کی جو تفسیر بیان کی جارہی ہو اسے دیکھا جائے کہ آیا قرآن کا سیاق وسباق بھی اسے قبول کرتا ہے یا نہیں۔ سورہ بنی اسرائیل کا آٹھواں رکوع پڑھ کر دیکھئے، اور اس سے پہلے اور بعد کے مضمون پر بھی نگاہ ڈال لیجئے۔ اس سلسلۂ کلام میں آخر کیا موقع اس بات کا نظر آتا ہے کہ چھ سال پہلے کے ایک واقعہ پر نبی کو ڈانٹ بتائی جائے (قطع نظر اس سے کہ آیت ان کادوا لیفتنونک میں نبی پر کوئی ڈانٹ ہے بھی یا نہیں، اور آیت کے الفاظ کفار کے فتنے میں نبی کے مبتلا ہو جانے کی تردید کررہے ہیں یا تصدیق)۔ اسی طرح سورہ حج آپ کے سامنے موجود ہے۔ آیت پر زیرِ بحث سے پہلے کا مضمون

بھی پڑھیے اور بعد کا بھی دیکھیے۔ کیا کوئی معقول وجہ آپ کی سمجھ میں آتی ہے کہ اس سیاق وسباق میں یکا یک یہ مضمون کیسے آ گیا کہ ''اے نبی، ۹ سال پہلے قرآن مین آمیزش کر بیٹھنے کی جو حرکت تم سے ہوگئی تھی اس پر گھبراؤ نہیں، پہلے انبیاء سے بھی شیطان یہ حرکتیں کراتا رہا ہے، اور جب کبھی انبیاء اس طرح کا فعل کر جاتے ہیں تو اللہ اس کو منسوخ کر کے اپنی آیات کو پھر پختہ کر دیتا ہے۔

ہم اس سے پہلے بھی بار بار کہہ چکے ہیں، اور یہاں پھر اس کا اعادہ کرتے ہیں کہ کوئی روایت، خواہ اس کی سند آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہو، ایسی صورت میں قابل قبول نہیں ہوسکتی جبکہ اس کا متن اس کے غلط ہونے کی کھلی کھلی شہادت دے رہا ہو اور قرآن کے الفاظ، سیاق وسباق، ترتیب، ہر چیز اسے قبول کرنے سے انکار کر رہی ہو۔ یہ دلائل تو ایک مشکک اور بے لاگ محقق کو بھی مطمئن کر دیں گے کہ یہ قصہ قطعی غلط ہے۔'' (۲۴)

شومئی قسمت کہ اتنے بیّن دلائل کے باوجود مستشرقین اس قصے کے واقعات کو ردّ کرنے سے منکر ہیں۔ حالانکہ وہ ان واقعات میں کوئی تعلّق یا ربط پیدا کرنے سے قاصر ہیں۔ کیا اس قصے میں کہیں سچائی کا کوئی پہلو دکھائی دیتا ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ قرآن اور پیغمبر اسلام کی رسالت کے خلاف ایک بے بنیاد واقعہ کی ترویج کرتا ہے۔ ان کے نزدیک اس واقع کے سچا ہونے کے لیے صرف یہی ثبوت کافی ہے کہ اسلامی کتب تاریخ میں اس سے متعلق روایات پائی جاتی ہیں۔ جبکہ مستشرقین کے ان بے بنیاد مفروضوں اور شکوک وشبہات کے جواب میں کیرن طبری کی نقل کردہ دونوں روایات پر یوں تبصرہ کرتی ہے:

> But this story is in conflict with other traditions and with the Qur'an itself. We must remember that a Muslim historian like Tabari does not necessarily endorse all the traditions he records: he expects the reader to compare them with others and to make up his or her own mind about their validity.(۲۵)

> ''لیکن یہ کہانی دوسری روایات اور خود قرآن حکیم کے بیان سے متصادم ہے۔ ہمیں (اہل مغرب کو یہ اصول) یاد رکھنا چاہیے کہ ضروری نہیں ہے کہ ایک مسلمان مورخ، جیسا کہ طبری، اپنی جمع کردہ تمام روایات سے خود بھی متفق ہو۔ وہ اپنے قاری سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ کسی واقعہ سے متعلق اس کی جمع کردہ تمام روایات کا خود تقابل کرے۔ اور اس کے مستند ہونے کے بارے میں اپنی سوچ کے مطابق خود کسی نتیجے تک پہنچے۔''

کیرن اپنی کتب سیرت میں مسلمان محدثین اور مورخین کے اخذ روایت کے اصولوں پر تفصیلاً بحث کرتی ہے۔ ایک ہی واقعہ سے متعلق مختلف روایات کو پیش کرنے کے حوالے سے ان مورخین کی سچائی اور تاریخ دانی کی

معترف ہے۔ اور بار ہا اس حقیقت کا کھلے دل سے اعتراف کرتی ہے کہ یہ مورخین پیغمبر اسلام کی سوانح نگاری اور اسلام کی تاریخ لکھتے ہوئے خالصتاً تحقیقی رویّہ اپناتے تھے اور بعض اوقات کسی واقعہ سے متعلق وہ تمام متضاد روایات بھی جمع کر دیتے تھے، جن سے کسی قدر تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔ جیسا کہ وہ اپنی کتاب کے آغاز میں جمع وتدوین حدیث اور سیرت نگاری کے اصولوں کے تعارف میں لکھتی ہے:

> They do not usually promote one theory or interpretation of events at the expense of others. Sometimes they put two quite different versions of an incident side by side and make no attempt to explain the discrepancy away. We shall see, for example, that Tabari gives two quite separate accounts of the story of the Satanic Verses and that Ibn Ishaq puts two mutually exclusive versions of the conversion of Umer ibn al-Khattab next to one another without even commenting on the apparent contradiction.(۲۶)

> ''وہ (مسلم مورخین) واقعات کی تاویل کے بیان میں کسی ایک نظریے (رائے) کو پس پشت ڈال کر دوسرے کو فروغ نہ دیتے تھے۔ بعض اوقات وہ کسی ایک ہی واقعہ کے متعلق دو یکسر مختلف روایات کو ساتھ ہی ساتھ ذکر کر دیتے اور ان متضاد آراء کی وضاحت کی بھی کوئی کوشش نہ کرتے۔ مثلاً طبری شیطانی آیات کی کہانی کی دو یکسر مختلف روایات پیش کرتے ہیں اور ابن اسحاق حضرت عمر بن خطابؓ کے قبول اسلام کی دو شدید متضاد روایات کو ان کے واضح اختلاف کے باوجود بغیر کسی تبصرے کے یکے بعد دیگرے پیش کرتے ہیں۔''

اسلامی تاریخ نویسی کے اصولوں اور مورخین کے تحقیقی رویّوں پر کیرن کا تبصرہ ان مستشرقین کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے جو اسلامی کتب سیَر ومغازی میں موجود متنازعہ روایات کی موجودگی کو بنیاد بنا کر تحقیق کے نام پر اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف معاندانہ جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ جبکہ اخذ روایت کے اسلامی اصولوں سے بھی وہ بخوبی آشنا ہیں۔

چونکہ اس واقعہ کے حوالے سے مستشرقین کا بالعموم دعویٰ یہ ہے کہ متعدد راویان کی کتب حدیث وسیَر میں اس روایت کا موجود ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ یقیناً اس میں کچھ نہ کچھ سچائی موجود ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس شک کو بھی دور کیا جائے جو راویان حدیث کی اتنی بڑی تعداد کو اس قصے کی روایت میں مبتلا ہوتے دیکھ کر دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ ایک شخص سوال کر سکتا ہے کہ اگر اس قصے کی کوئی اہمیت نہیں تو نبی ﷺ اور قرآن پر اتنا بڑا بہتان

حدیث کے اتنے راویوں کے ذریعے سے' جن میں بعض نامور ثقہ بزرگ ہیں' اشاعت کیسے پا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے اسباب کا سراغ ہم کو خود حدیث کے ہی ذخیرے سے مل جاتا ہے۔ اس واقعہ کی وضاحت میں مولانا سید مودودی رقمطراز ہیں کہ :

> ''بخاری' مسلم' ابوداوٗد' نسائی اور مسند احمد میں اصل واقعہ اس طرح آیا ہے کہ نبی ﷺ نے سورہ نجم تلاوت فرمائی اور خاتمے پر جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو تمام حاضرین' مسلم و مشرک سبھی' سجدے میں گر گئے۔ واقعہ بس اتنا ہی تھا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ اول تو قرآن کا زور کلام اور انتہائی پر تاثیر انداز بیان' پھر نبی ﷺ کی زبان سے اس کا ایک ملہمانہ شان کے ساتھ ادا ہونا' اس کو سن کر اگر پورے مجمع پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی ہو اور آپ کے ساتھ سارا مجمع سجدے میں گر گیا ہو تو کچھ بعید نہیں۔ یہی تو قرآن کی وہ تاثیر تھی جس پر قریش کہا کرتے تھے۔''
>
> قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ (۲۷)
>
> ''وہ لوگ کہنے لگے کہ یقیناً یہ صریح جادو ہے۔''
>
> اور نبی اکرم ﷺ کے متعلق کہتے تھے:
>
> قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ○ (۲۸)
>
> ''کافروں نے کہا یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔''

البتہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں قریش کے لوگ اپنے اس وقتی تاثر پر کچھ پشیمان سے ہوئے ہونگے۔ اور ان میں سے کسی نے یا بعض لوگوں نے اپنے اس فعل کی یہ توجیہہ پیش کی ہوگی کہ صاحب' ہمارے کانوں نے تو حضرت محمد ﷺ کی زبان سے اپنے معبودوں کی تعریف میں کچھ کلمات سنے تھے۔ اس لیے ہم ان کے ساتھ سجدے میں گر گئے۔(۲۹)

اس قصے پر اندرونی اور بیرونی شہادتوں کے اصولوں پر تنقید کرنے کے علاوہ اس کی جانچ پرکھ کیلئے ایک اور ضابطہ بھی موجود ہے۔ جس سے صرف نظر نہیں کرنا چاہیے۔ اسلامی روایات میں احادیث کی نقد و جرح کیلئے روایت اور درایت کے کڑے اصول متعین ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی بات نبی کریم ﷺ سے منسوب ہو جو بظاہر مستند احادیث کے ذریعے بیان کی گئی ہے۔ لیکن یہ خبر قرآن کی کسی نص کے خلاف ہے یا دوسری روایات سے متصادم ہے تو ایسی روایت' رواۃ کے سلسلہ کے مستند ہونے کے باوجود قبول نہیں کی جائے گی۔ یہی اصول شیطانی

آیات نامی قصے پر بھی منطبق ہوگا۔ اگرچہ اس قصے کو کئی اسلامی مورخوں اور راویوں نے نقل کیا ہے۔ لیکن چونکہ یہ اسلامی عقائد اور قرآنی تعلیمات سے متصادم ہے۔ لہٰذا کوئی بھی مسلمان اسے قبول نہیں کرے گا۔ اس سلسلے میں سورہ نجم کی پہلی چند آیات ہی سے یہ واضح ہو رہا ہے:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ○ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى○ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى○(۳۰)

''قسم ہے تارے کی جب وہ غروب ہوا۔ تمہارا رفیق نہ بھٹکا ہے نہ بہکا ہے۔ وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا۔ یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔ اسے زبردست قوت والے نے تعلیم دی ہے○''

پھر سورہ الجن سے مزید واضح کیا جا رہا ہے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا○ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ○ (۳۱)

''وہ عالم الغیب ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا' سوائے اس رسول کے جسے اس نے (غیب کا علم دینے کیلئے) پسند کر لیا ہو۔ اس کے آگے اور پیچھے وہ محافظ لگا دیتا ہے۔ تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں۔ اور وہ ان کے پورے ماحول کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اور ایک ایک چیز کو اس نے گن رکھا ہے۔''

اس طرح سورہ حٰم السجدۃ میں ارشاد ربانی ہے۔

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ○(۳۲)

''جس کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، یہ ہے نازل کردہ حکمتوں والے، خوبیوں والے (اللہ) کی طرف سے۔''

یہ اور ان جیسی کئی اور قرآنی آیات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ قرآن پاک میں کسی بیرونی اثر سے کچھ شامل کر سکیں۔ لہٰذا ان آیات کی روشنی میں کوئی بھی مسلمان شیطانی آیات جیسے واقعہ کو قبول نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نامور اور ثقہ محدثین کرام نے اس بے بنیاد قصے کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اور حقیقت

تو یہ ہے کہ طبری ٗ ابن سعد اور دوسرے مورخین کے اس واقعہ کو بیان کرنے سے یہ تو ثابت نہیں ہو جاتا کہ یہ قصہ اپنی اصل کے اعتبار سے سچا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کیرن شیطانی آیات کے نام سے موسوم اس قصّے کی تمام مباحث کو سمیٹتے ہوئے قرآن حکیم کی محفوظیت کے بیان میں یوں رقمطراز ہے:

"The Qu'ran makes it clear that no mere mortal can change the divine words and that if Muhammad ever took such an initiative the consequences would be fatal.(۳۳)

During the time it was being revealed to a particular prophet, God could amend the scriptures. In a human sense, we can say that Muhammad felt continually inspired while he was bringing the Qu'ran to the Arabs. This was a progressive revelation and Muhammad sometimes saw new implications in his message that qualified certain previous insights."(۳۴)

''قرآن اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ کوئی بھی فانی انسان قرآن کے الہامی الفاظ کو تبدیل کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ (استطاعت نہیں رکھتا) اور یہ کہ اگر حضرت محمد ﷺ نے ایسا کچھ کیا بھی ہوتا تو نتائج بے حد خوفناک ہوتے۔ اس عرصے کے دوران جبکہ قرآن ایک خاص پیغمبر (حضرت محمد ﷺ) پر نازل ہو رہا تھا (اگر کسی تبدیلی کی ضرورت ہوتی تو) اللہ تعالیٰ خود ہی تبدیلی لانے کے مجاز تھے۔ انسانی سطح پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ جب قرآن کی آیات اہل عرب تک پہنچا رہے تھے (بذریعہ وحی) تو وہ مسلسل ایک نہایت شاندار اور اعلیٰ کیفیت کو محسوس کرتے تھے۔ قرآن کی آیات بے حد روشن خیال ہوتی تھیں اور حضرت محمد ﷺ بھی کبھی کبھار محسوس کرتے تھے کہ بعض نئی آیات ٗ کچھ پرانی آیات کو زیادہ بہتر طور پر ادا کر کے ان کی وضاحت کر رہی ہیں۔''

متنازعہ شیطانی آیات کے حوالے سے اس طویل بحث میں مصنفہ نے مستشرقین کی تنقید کا جواب دیتے ہوئے ٗ اپنے تئیں اسلامی نقطہ نظر کا بھرپور دفاع کیا ہے۔ اور اہل مغرب کے اذہان میں قرآن حکیم کی محفوظیت کے بارے میں پائے جانے والے اشکالات و ابہام کو دور کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے۔ گو کہ مصنفہ قصّے کے تمام

واقعات کی، اسلامی تحقیقی نہج کے مطابق تحقیق وتطبیق اور ردّ نہیں کر پائی مگر اس کا مثبت اور معتدل طرز تحریر اس حقیقت کا غماز ہے کہ اب اہل مغرب میں سے کچھ سکالر اسلام اور تاریخ اسلام کا زیادہ معروضی انداز میں جائزہ لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیرن کی کتب سیرت اس سلسلے میں بارش کے پہلے قطرے کی مانند ہیں۔ امید ہے کہ اہل مغرب کے لیے اسلام اور پیغمبر اسلام کا مثبت ومعتدل تعارف پیش کرنے والی یہ کتب ان کے ذہنوں پر صدیوں سے چھائے اسلام دشمنی کے غبار کو کسی قدر کم کرنے میں معاون ثابت ہوں گی۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) کیرن آرم سٹرانگ (Karen Armstrong) ۱۴ نومبر۱۹۴۴ء کو برطانیہ کی ریاست ورسسٹر شائر (Worcestershire) میں بمقام وائلڈمور (Wildmoor) آئرش نژاد خاندان میں پیدا ہوئی۔۱۴ ستمبر۱۹۶۲ء میں سترہ (۱۷) سال کی عمر میں کیتھولک نن (Nun) بننے کے بعد چرچ میں داخل ہوئی اور ۱۹۶۹ء میں چند ناپسندیدہ واقعات کی وجہ سے چرچ چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ سیکولر زندگی میں واپسی کے بعد آکسفورڈ یونیورسٹی سے انگریزی ادبیات (English Literature) میں درجہ اول میں گریجوایشن کیا اور Ph.D کے مقالے پر تین سال کام کیا، مگر آکسفورڈ یونیورسٹی نے اس مقالے کو مسترد کر دیا۔ اس استرداد (Rejection) کے بعد کیرن نے بطور استاد (Teacher) ایک اسکول میں ملازمت اختیار کی مگر مرگی (Epilepsy) کے عارضے کی وجہ سے ۱۹۸۱ء میں ملازمت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ پھر کیرن نے لکھنے لکھانے کا کام شروع کر دیا۔ اسی دوران B.B.C کے چینل فور (IV) نے اسے سینٹ پال (Saint Paul) پر دستاویزی فلم بنانے کیلئے منتخب کیا، تو کیرن کو سامی مذاہب کے مطالعے کا موقع ملا اور یوں اس نے مختلف مذاہب عالم کے متعلق کتب لکھنے کا آغاز کیا۔ کیرن کے سوانحی خاکے کی مزید تفصیلات کیلئے درج ذیل کتب کی طرف مراجعت کریں۔

Karen Armstrong, Through the Narrow Gate, Famingo, London, 1997; The Spiral Staircase, Harper Perennial, London, 2005.

(۲) Islam: A Short History از کیرن آرم سٹرانگ، (لنڈن 2001ء)

(۳) Muhammad: A Biography of the Prophet از کیرن آرم سٹرانگ، (لنڈن 2001ء) کیرن کی سیرت پر پہلی تصنیف ہے۔ جو سلمان رشدی کے بدنام زمانہ ناول (The Satanic Verses, 1988) کی برطانیہ سے اشاعت پر اہل اسلام کے احتجاج کے پس منظر میں لکھی گئی۔ اور پہلے پہل 1991ء میں شائع ہوئی۔

(۴) Muhammad: Prophet for our Time، از کیرن آرم سٹرانگ، (لندن 2007ء) کیرن کی سیرت پر دوسری تصنیف ہے۔ جو ۱۱ ستمبر۲۰۰۱ء میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر دہشت گردوں کے حملے کے بعد دنیا کے سیاسی

حالات کے پس منظر میں لکھی گئی۔ اور پہلے پہل ۲۰۰۶ء میں برطانیہ سے شائع ہوئی۔

(۵) اسلامی ادب کے بنیادی مآخذ میں اس واقعہ کو 'حدیث الغرانیق' یا 'روایت الغرانیق' کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ ولیم میور (William Muir) غالبًا وہ پہلا مستشرق تھا جس نے اس واقعہ کو "شیطانی آیات" کا نام دیا۔ ایک یہودی مستشرق نے قرآنی آیات کے منسوخ اور تبدیل ہونے (نسخ) کے حوالے سے اسے سب سے زیادہ چونکا دینے والا واقعہ قرار دیا ہے۔ تفصیلات کیلئے دیکھئے۔

Cf. Ilse Lichtenstadter, A Note on the Gharaniq and related Qur'anic Problems, Israel Oriental Studies, (1975), PP. 54-61.

(۶) ولیم منٹگمری واٹ (William Montegomery Watt) نے اپنی کتاب 'Muhammad at Mecca' 'Oxford, 1960' میں تقریباً آٹھ سے زائد صفحات (ص ۱۰۱-۰۹) اس واقعہ کے بیان اور اس کے تجزیے کے لیے وقف کیے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی درج ذیل تصنیفات میں بھی اس قصہ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

What is Islam? Longman and Librairie du Liban, 1968, PP. 42-5;

The Introduction to the Qur'an, written by Richard Bell and revised by Watt, Edinburgh, 1970, PP. 55, 56.

(۷) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی درج ذیل تصنیفات میں اس واقعہ کی تفصیلات، تجزیہ اس کا ردّ پیش کیا ہے۔

تفہیم القرآن' ادارہ ترجمان القرآن' لاہور ۱۹۸۲' ۳/ ۲۴۰-۲۴۵؛

سیرت سرور عالم ﷺ ادارہ ترجمان القرآن' لاہور ۱۹۷۹' ۲/ ۵۷۲-۵۷۸۔

اسی واقعہ کی تفصیلات، تجزیہ اور ردّ کے لیے مزید دیکھئے۔

سید قطب' فی ظلال القرآن' بیروت' ۱۹۷۴' ۴/ ۲۴۳۱-۳۳؛

M.H. Haykal, The Life of Muhammad, trans by Ismail R. al-Faruqi, North American Trust Publication, 1976, PP. 105-14.

(۸) محمد بن جریر الطبری' تفسیر الطبری' داراحیاء التراث العربیه' بیروت' ۲۰۰۱ء/۱۴۲۱ھ' ۱۷/ ۲۱۹-۲۲۱۔

(۹) النجم ۵۳: ۱۹' ۲۰۔

(۱۰) الطبری، محمد بن جریر : جامع البیان فی تأویل آي القرآن ،مؤسسة الرسالة ، ۱۴۲۰ھ، ۱۸/ ۶۶۶؛ابن سعد ،أبوعبدالله البصری،الطبقات الکبری ، بیروت: دارصادر، ۱۹۶۸،۱۰/ ۲۰۵

(۱۱) بنی اسرائیل ۱۷: ۷۳-۷۵۔

(۱۲) الحج ۲۲: ۵۲۔

(۱۳) مولانا مودودی، تفہیم القرآن، ۳/۲۴۰۔

(14)Karen Armstrong :Muhammad: A Biography of the Prophet,p.111

(۱۵) منٹگمری واٹ 'Muhammad at Mecca' ص۱۰۳۔

(۱۶) الحج ۲۲: ۵۲ بحوالہ کیرن، Muhammad: A Biography of the Prophet، ص ۱۱۵۔

(۱۷) ایضاً، ص۱۱۵، ۱۱۶۔

(۱۸) مولانا مودودی، تفہیم القرآن، ۳/۲۴۱

(19)Karen Armstrong :Muhammad: A Biography of the Prophet,p.111

منٹگمری واٹ 'Muhammad at Mecca' ص۱۰۳۔

(۲۱) مولانا مودودی، تفہیم القرآن، ۳/۲۴۱

(۲۲) ایضاً، ص ۲۴۱-۲۴۳۔

(۲۳) ایضاً، ص ۲۴۳

(۲۴) ایضاً، ص۲۴۳-۲۴۴۔

(25)Karen Armstrong :Muhammad: A Biography of the Prophet,p.113

(۲۶) ایضاً، ص۴۷۔

(۲۷) یونس ۱۰: ۷۶۔

(۲۸) یونس ۱۰: ۰۲۔

(۲۹) مولانا مودودی، تفہیم القرآن، ۳/۲۴۴۔

(۳۰) النجم ۵۳: ۱-۵۔

(۳۱) الجن ۷۲: ۲۶-۲۸۔

(۳۲) حٰمٓ السّجدۃ ۴۱: ۴۲

(۳۳) الرعد ۱۳: ۳۷؛ النحل ۱۶: ۱۰۱؛ بحوالہ:

Karen Armstrong :Muhammad: A Biography of the Prophet,p.116

(34)Karen Armstrong :Muhammad: A Biography of the Prophet,p.116

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆